بیاض

تذکرۂ مرثیہ گویاں

مرثیہ، مغربی پاکستان کی تمام بولیوں میں مقبول ترین صنفِ سخن ہے۔ ملتانی، سرائیکی، سندھی، پشتو، کشمیری بولیوں میں بے شمار مرثیے عہدِ قدیم سے چلے آتے ہیں۔ مرثیہ کو اس زمین سے خاص نسبت ہے۔ اُردو کا نامور اور قدیم مرثیہ گو سکندر پنجاب سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی لئے جس قدر ادبی شعور پختہ اور بیدار ہوتا جا رہا ہے، مرثیہ کا مطالعہ گہرا ہوتا جا رہا ہے۔

محرّم و صفر کے مہینوں میں مرثیہ کی بات برمحل سمجھ کر ادب دوستوں کے سامنے مطالعہ کے تراشے حاضر ہیں، اس کی تشنگی مسلّم ہے۔ مگر بھائی احمد علی کہتے ہیں —— بہت سی چیزیں بعض آدمیوں کے لئے معمولی سرسری ہوتی ہیں مگر دوسروں کے لیے مفید ثابت ہوتی ہیں۔ یہ بیاض بھی کسی کے تو کام آئے گی اور اگر ایک طالب علم یا محقق کو اس سے فائدہ پہنچ گیا تو " بیانِ ادب " کا مقصد حاصل ہو گیا۔

تو حضرات! یہ صرف کچا مطالعہ ہے، اگر آپ اس سے کوئی فائدہ اُٹھا سکیں تو دُعا کیجئے کہ خدا مجھے توفیق تکمیل عطا کرے!

خاکسار:

مرتضیٰ حسین فاضل

اثر : میرزا حسین علی خاں خلف نواب امیر الدولہ حیدر بیگ خان بہادر نائب آصف الدولہ مصحفی نے چالیس سے زیادہ عمر بتائی ہے۔ اس لئے ۱۱۸۰ھ کے لگ بھگ پیدائش ہوگی۔ ناسخ کے شاگرد تھے۔ نعتیہ اشعار، سلام و مرثیہ لکھتے تھے۔ (ریاض الفصحا ص ۳۲)

ادیب : حسن رضا۔ منشی علی رضا کے اکلوتے بیٹے تھے۔ نظم اور رضا سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شعر و شاعری میں صرف ایک ساٹھ بند کے مرثیہ کا وجود ہے جس کا مطلع ہے:

میداں میں جب حسین کے یاور ہوئے شہید

نثر میں اُن کے شگفتہ مضامین نے بڑی شہرت حاصل کی — اودھ پنچ کے خاص مضمون نگار تھے۔ تار برقی۔ ریاض الاخبار۔

ایک پرچہ نکالا تھا۔ تہذیب مجریہ جون ۱۸۹۲ء۔ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷م میں رحلت پائی اور اپنے دادا کی کربلا میں آسودۂ خواب ہیں۔

فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی ص ۱۹۲ طبع لکھنؤ ۱۹۵۹م

اطہر : سید علی اطہر خلف سید وزیر حسن وزیر، مصنف ذائقۂ ماتم — پھر ریاست بھرت پور ہند کے رہنے والے تھے۔ اب کراچی میں رہتے ہیں۔

۱۹۲۲م میں پہلا سلام کہا۔ ۱۹۶۱م میں پہلا مرثیہ لکھا اور نسیم امروہوی سے اصلاح لی۔

ایک مرثیہ "گلدستۂ عقیدت" اور دوسرا مرثیہ ۱۹۶۲ء کے جدید مرثیہ میں چھپ گیا ہے۔

اعجاز: نواب اصغر علی خان خلف نواب نجابت علی خاں خلف نواب شجاع الدولہ بہادر شاگرد ناسخ (ریاض ۳۴)

افسر: غلام اشرف کا تخلص ہے۔ ان کے بزرگ سرکاری گاؤخانہ کے چودھری تھے۔ افسر مصحفی کے شاگرد ہیں اور اکثر سلام و مرثیہ کہتے ہیں۔ (مجموعۂ نغز ص ۶۷)

مرزا اکمل: مرثیہ خواں جو انشاء اللہ خاں کی تالیف دریائے لطافت سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ مرزا اکمل بنگلہ سید فیروز دہلی کے رہنے والے تھے۔

(دریائے لطافت، ترجمہ ص ۳۶) دریائے لطافت متن طبع لکھنؤ ۲۲

باقر: میر باقر علی کا تخلص ہے۔ شاید سامانہ سے تعلق تھا۔ بہت خوش اخلاق، نیک مزاج، یار باش آدمی تھے۔ اپنے بڑے بھائی میر فرزند علی موزوں سامانوی سے اصلاح لیتے تھے اور اکثر سلام و مرثیہ کہتے تھے۔ (۱۲۲۱ھ میں زندہ تھے) مجموعۂ نغز ص ۹۷

بشارت: میاں بشارت خواجہ سرا۔ نواب محل جلال الدولہ کی سرکار میں ملازم ہے۔ (۱۲۲۱ھ تا ۱۲۳۶ھ) قوم حبشی انبارہ۔ عمر چالیس سال کے قریب۔ خوش آواز مرثیہ خواں۔ یک نوحہ لکھا ہے:

اے نور چشم مادر، دی قاسم دلاور	گشتی تو روز شادی مہمان تیر و خنجر
ایں کاتبان ظالم خوش نامہ نوشتند	کز زخم ہائے تیغت بر تن زدند مسطر
در خاک و خوں فتادہ چوں بلیمت دریغا	ایں حسن تو بودی چشم و چراغ مادر
در ماتمت پریشاں مو کردہ ہمچو سنبل	مانند گل عروست از سنگ ندہ معجر

رخت تو خاک و خوں است جانت ز تن بروں است | تاج تو سر نگوں است فرزند ابن حیدر
تنہا نہ جامۂ گل شد چاک تا بدامن | در ماتمت صبا ہم افگندہ خاک بر سر
اینست اگر عروسی وز مجلس عزایت | از چشم چرخ افتد اشکی شدہ ہر اختر
شد با برادرانت کشتن نصیب ہمہ ہے | یکسو تپیدہ اصغر، یکسو فتادہ اکبر
از خون حنای شادی زیبد بدست و پایت | چوں پردہ برکشائی از رخ بروز محشر
چوں تو چراغ روشن ہر گہ خموش گردد | فریاد بر نیاید از دودۂ پیمبر
خوں می چکد ز دیدہ کلثوم و زینبت را | کز زخم پای کاری شد پیکرت بخوں تر
کن قسمت بشارت یک ساغر لبالب | بر تشنگان چو بخشی شربت ز آب کوثر

(ریاض ص ۵۰)

بے نوا: (دہلوی) مقبول شاہ کے نام سے ایک نوجوان آدمی تھے جو مولوی رفیع الدین کی بیعت میں آئے اور تارک الدنیا ہو گئے۔ مرثیہ خوانی کا شوق تھا۔ حافظ محمد حفیظ اور میر عزت اللہ عشق کے شاگرد تھے۔ (مجموعۂ نغز ج دوم ص ۳۷۷)

تقی: سید محمد تقی عرف میر گھاسی دہلی کے محلہ مغلپورہ میں رہتے تھے۔ میر کے ہم عصر تھے۔ مشہور مرثیہ نگار

(مخزن نکات ۱۶۷، میر حسن۔ گلزار ابراہیم

جرأت: قلندر بخش۔ اصل نام یحییٰ امان اکبر آبادی خلف حافظ امان

مولود ما بین ۶۱ و ۱۱۶۳ھ   متوفی ۱۲۲۴ھ

ان کے مراثی لکھنؤ سے شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر عبادت صاحب بریلوی صدر شعبۂ اردو اورنیٹل کالج لاہور (پنجاب یونیورسٹی) نے کچھ مراثی لندن سے حاصل کر کے شائع کرنے کا انتظام کیا ہے۔

میر محمد باقر حزیں: شاگرد مرزا مظہر (وفات تقریباً ۱۱۶۲ھ / ۱۷۵۲ء)
آگرہ وطن تھا، دہلی میں روزگار۔ جب یہاں کے حالات دگرگوں ہوئے تو بنگال (مرشد آباد وغیرہ) چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔

(میرے پاس بیاض قلمی میں اُن کا ایک مرثیہ ہے)

قاسم[1] کہتے ہیں کہ فردوس آرام گاہ کے زمانے میں یہی ایک حزیں تھے۔ اعظم الدولہ نے محمد علی حزیں کے نام سے محمد باقر کے شعر لکھ دئے ہیں:

جنون: جوانے است حضرت دہلی مقام میر فضل علی نام کہ در ابتدا مست تخلص می کرد۔ در کتاب خوانی ایام محرم الحرام سلیقہ دارد بہ سپاہگری ایام بسری برد حالا زمانہ اش بسیار شکستہ خداش صلاح و فلاح بخشد مشق سخن از میر امانی اسد می کرد بعد رحلت آں مرحوم بہ شیخ ولی اللہ محب کہ خداش رحمت کناد توسل جست ایں چار شعر ازاں است ؎

اس خط کے ہے خیال میں آنسو کا رنگ سرخ — ہے ضابطہ جو کرتی ہے آنکھوں کو رنگ سرخ

○

باندھ کر تلوار جب آیا نظر میرے تئیں — ہو گئی معلوم قاتل کی کمر میرے تئیں
ہوں میں وہ شہباز جسکی سیرگاہ تھا لامکاں — عشق نے تیرے کیا بے بال و پر میرے تئیں

○

یار سے کہیو[2] یہ قاصد کہ جو آنا ہے تو آ — ہم نہ جائیں چلے دنیا سے یہ ارمان رہے

مجموعۂ نغز تالیف ۱۲۰۱ھ / ۱۲۰۶ھ طبع یونیورسٹی پنجاب ۱۹۳۳ء، صفحہ ۱۷۰۔

---

[1] قائم، مخزن نکات ص ۱۴۰ ، نکات الشعرا ۱۰۶ ، حواشی مخزن نکات ۲۱۳ گردیزی ۳۶ [2] مجموعہ نغز ص ۲۰۱ (جلد اول)
[3] 'یہ' دونوں نسخوں میں متروک ہے، اس لئے کتب خانہ جاوید سے (صفحہ ۲۷۳ جلد دوم) سے نقل ہوا۔

جنوں: میر فضل علی دہلوی شاگرد میر امانی و شیخ ولی اللہ محب پہلے مست تخلص کرتے تھے۔ محرم الحرام میں کتاب خوانی کیا کرتے تھے۔ یہ ان کے اشعار ہیں:

دیکھا سراپے سینہ کو لے کر چراغ دل　　　دل سوز ایک بھی نہ ملا غیر داغ دل

لالہ سری رام نے خم خانہ جاوید جلد دوم صفحہ ۲۷۳ پر اس عبارت و شعر کے بعد وہی تین شعر لکھے ہیں جو مجموعۂ نغز میں ہیں۔

میرا خیال ہے کہ یہ وہی فضل علی ہیں جن کی "کربل کتھا" اردو کی پہلی نثری ادبی کتاب مانی گئی ہے۔

یہ کتاب ہندوستان سے چھپ چکی ہے۔

حسرت: جعفر علی حسرت خلف ابوالخیر، دہلی کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۵۵ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ باپ کے ساتھ فیض آباد چلے آئے تھے۔ شجاع الدولہ یا ان کے بعد لکھنؤ آ گئے۔ آبائی پیشہ عطاری تھا۔ اس لئے ابوالخیر نے اکبری دروازہ میں عطاری کی دوکان کر لی۔[1]

حسرت نے ۱۱۷۰ھ کے قریب شاعری شروع کی اور مرزا فاخر مکیں سے فارسی اور رائے سرپ سنگھ دیوانہ متوفی ۱۲۰۳ھ[2] سے اردو میں اصلاح لینے لگے۔

حسرت جہاں دار شاہ کے ملازمین میں تھے جو ۱۱۹۹ھ میں میاں ابوالخیر نے رحلت کی۔ اس لئے نوکری چھوڑ کر دوکان سنبھال لی، بادشاہ وزیر سے تعلقات ختم ہو گئے۔ مرنے سے تین چار ماہ پہلے ترکِ دنیا کر کے چوک کی مسجد بسا طیاں میں بیٹھ گئے۔

۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۱ء میں وفات پائی اور اپنے مکان متصل نخاس میں دفن ہوئے۔

---

[1] کلب علی خاں فائق: حسرت، طبع صحیفہ، لاہور نمبر ۳۸ ص ۳۰

[2] مقدمہ کلیات حسرت، نورالحسن ہاشمی، طبع لکھنؤ ۱۹۶۶ء ص ھ

سنہ ۱۹۶۶ھ لکھنؤ سے کلیات شائع ہو چکا ہے جس کے آخر میں ایک مرثیہ بھی ہے۔ یہ مرثیہ مرتب کو جناب پروفیسر مسیح الزماں صاحب سے دستیاب ہوا ہے۔ خود حسرت نے ایک غزل میں کہا ہے:

نہ سمجھو شعر پڑھتا ہوں میں کچھ تحسین کی خاطر
کہے ہیں مرثیے میں اس دل غمگین کی خاطر

مرثیہ

جب شب عاشور آئی سخت منزل گاہ میں
فال دیکھی شاہ نے اُس دم کلام اللہ میں
کر تیمم پہلے ثابت ہو خدا کی راہ میں
حسن نیت دل سے کر اللہ کی درگاہ میں
جو نہی کھولا مصحف اللہ کو کر سرنگوں
نکلی اُس دم آیت "انا الیہ راجعون"

عرض کی عباس نے، اے بادشاہِ نامدار
آپ اس آیت کی اب تفسیر کیجیے آشکار
تب کہا حضرت نے اے بھائی مرے عالی وقار
حرف اس آیت کے ہیں پچیس تم کر لو شمار
کیا بتاؤں حرف ہر اک کی جدی تقریر ہے
"کل شیئ یرجع" کی اب یہاں تفسیر ہے

○

قاف، یوں کہتا ہے مجھ کو کر اشارہ قتل کا
اے حسین ابن علیؑ! تو قتل گہ میں جلد جا
قاتل اس دم منتظر تیرے کھڑے ہیں جا بجا
"قُل ھو اللہ احد" کہہ کے "رضینا با لقضا"
رکھ اُسے قائم تجھے پہلا یہی ارشاد ہے
قول اپنا بھول مت "قالو بلیٰ" گر یاد ہے

○

یہ الف، رکھتا ہے مقصد آفت جاں کاہ سے
ہم نہیں جاویں گے بچ کر آج مقتل گاہ سے
آج سر مت پھیر اپنا تو خدا کی راہ سے
آلِ احمدؐ ہے تو رکھ اخلاص تو اللہ سے
اسم ذاتی ہے خدا کا دیکھ "اللہ الصمد"
ذات اس کی "لم یلد" ہے اور "ولم یولد لہٗ"

○

لام یوں کہتا ہے مجھ کو لال کر اپنے نثار
لب کے تئیں گر لاتیے یادِ خدا سے زیب دار
لوہو اندر لال ہو جا سر کٹا کر ایک بار
لاش کو لاشوں میں خوشیوں کے گرا دے آشکار
سب لٹا دے راہِ حق میں جو یہاں رکھتا ہے تو
بھول یہ مت "لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا"

واؤ، یوں کہتا ہے ورثہ باپ کا کر تو قبول
یعنی سر سجدے میں دے کر وصل حق کر لے حصول
واصلوں پر رحمت اللہ ہوتی ہے نزول
والضحیٰ، واللیل پڑھتا رہ زباں سے بے حلول
دوستی خالق کی چاہے تو کٹا سر بالیقیں
ہے کلام حق میں 'واللہ یحب المحسنین'

○

ہے الف یہ دوسرے سے صاف آثار اجل
اہل بیت مصطفیٰ پر آئے گی مشکل، پہل
تیر باراں ہوئیں گے اہل ستم اکبارہ کل
آئے گا جانوں پہ اب اولاد حیدر کے خلل
ہے اگر اس کا پسر عاجز نہ ہو میدان میں
سورۂ 'انا فتحنا' آیا جس کی شان میں

○

پھر الف ہے تیسرے سے یہ اشارہ القدر
ظلم کا خنجر چلے گا کل مری گردن اُپر
کل مرے سب اقربا مارے پڑیں گے بے خطر
کُلّ نفسٍ ذائقہ حق نے کیا ہے مشتہر
سب کو میں نذر خدا دوں گا اسی میدان میں
جاؤں گا 'نصر من اللہ' کر کے اپنے دھیان میں

نون سے ایمائے صحت ہو چکا ہے مستقیم
یعنی سر دینے سے ہم پاویں گے کل باغ نعیم
ہو نجات ان کی بھی کل جو ہمارے ہیں ندیم
کل چلے گی ہم سبھوں پہ باغِ جنت سے نسیم
نور کا سورہ کروں گا نقش اپنی جان پر
جاؤں گا نصرٌ من اللہ کہتا میں میدان پر

○

یہ الف چوتھے سحر یوں معلوم ہوتا ہے عیاں
ہم پہ اہلِ شام کی شمشیر ہووے گی رواں
احسن اللہ تعالیٰ ہم کہیں گے ہر زماں
آہ کے نعرے بھریں گی گھر میں ساری بی بیاں
لا الٰہ کیونکہ نہ نکلے میری ہر اک آہ سے
باندھ کر سر پر کفن بیٹھا ہوں الا اللہ سے

○

دوسرے یہ لام کا ظاہر نپٹ ہی لاف ہے
کل ہمارے لوتھ پہ ساری لڑائی صاف ہے
خوف سے لاحول پڑھیے تو بڑا انصاف ہے
ہم ہیں اور میدان ہے اور سورۂ لایلاف[1] ہے
اے مرے رحمٰن! رحمت سے مجھے ارشاد کر
جاؤں گا "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" یاد کر

---

[1] عوام کا محاورہ لتفایلاف صحیح "لایلاف" ہے۔

تیسرا یہ لام لایا ہے دلیلِ استوار
سر کے تئیں للہ کر دے راہِ حق میں تو نثار
لاش پر ہوتی ہے تیری رحمتِ پروردگار
کل شیئٍ ھالک کا دھیان کر لیل و نہار
دیکھ اپنی طرف، گو کہ گردشِ افلاک ہے
شان میں نانا کے تیری آیۂ لولاک[1] ہے

○

کاف سے مجھ کو صبر کرنے کی ہدایت ہو گئی
دل ہوا ثابت رضا پر، بلکہ ہمت ہو گئی
اس بلا کی سے اگرچہ سب کو ہیبت ہو گئی
لیکن اپنی جان از بس بے ہراست ہو گئی
کیوں نہ ہم ہادی کریں اس حکم آیت پر یقیں
مصحف اللہ میں ہے آیا ھل[2] المتقین

○

دوسرے ہے واؤ کا ایما ولایت کی طرف
یعنی سب لائق ہے تو شاہِ ولایت کی طرف
واجب[3] العطیات کے تیر رضا کا ہو ہدف
اے ولی مت چاک کر سینے کو غم سے جیوں صدف
موتو قبل ان تموتوا آیا ہے ارشاد میں
جیتے جی مر جائیے اس وحدہٗ کی یاد میں

---

[1] آیۂ لولاک نہیں حدیث قدسی ہے لولاک لما خلقت الافلاک [2] متن میں اسی طرح چھپا ہے، صحیح الا المتقین ہے۔
[3] واجب العطیات کا ربط کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید واھب العطیات، صحیح ہے۔

یہ الف پنجم سے ظاہر ہو گیا مجھ کو شتاب
تشنہ لب مارے پڑیں گے ہم یہاں کر آب آب
کل شیئ حی[1] من ماء ہے یوں حکم کتاب
پیاس کی اطفال میرے کس طرح لاوینگے تاب
آب کوثر پر تو میرا لگ رہا اب دھیان ہے
ان اعطینا[2] مرے اللہ کا فرمان ہے

○

دوسرے ہے نون کا ایما، یہاں یوں آشکار
کل ہمارے تن پہ ہوگا ظلم کا نقش و نگار
تیر سے ظالم کریں گے تن ہمارا نقطہ دار
ثروتِ دنیا پہ کیا بھولے ہوئے ہیں نابکار
نارِ دوزخ کچھ نہیں رکھتے ہیں اپنے دھیان میں
قول "نارِ حامیہ" آیا انہیں کی شان میں

○

پھر الف چھٹے سے یہ حاصل آخرت کی بات ہے
اعتبار دولت دنیا نپٹ آفات ہے
یہ تو آفات جہاں سب زندگی کی سات ہے
بعد مرنے کے بڑا افسوس[3] ہے اور ہات ہے
حق پہ رکھ لے دھیان اپنا نیک کر اعمال تو
آیا ہے والتین میں ان الذین آمنوا

---

[1] آیت ہے وجعلنا من الماء کل شئی حی [2] انا اعطینٰک الکوثر صحیح ہے۔
[3] غالباً صحیح یوں ہے "بعد مرنے کے بڑا افسوس ہے، ہیہات ہے"۔

یہ الف، ہفتم کی کیا مضبوط ہے آئی دلیل
حق میں ہر اک کے بھلی ہے الفتِ ربِ جلیل
نسبتِ حق کی ہو، ہر انسان کو ہر جا سبیل
میرے سر الفت میں اس کی آئیگی تیغ اصیل
پر یہ اہلِ شام گو ٹلتے نہیں بیداد سے
انّ بطش[1] ربّک بھولے ہیں اپنی یاد سے

○

لام یہ چوتھا مجھے کہتا ہے کر کے آشکار
لایق اس کا تو بس ہر جو ہے علیؑ دلدل سوار
شان اس کی لکھ چکا ہے لکھنے والا باوقار
لا فتیٰ الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار
کھینچ کر تلوار پڑھ تو سورۂ قل[2] کافرون
مارتا جا، بولتا لا اعبد ما تعبدون

○

ری، مجھے کہتی ہے یاری یار کی مت چھوڑ دے
یاد میں مولائے برحق کے محبت جوڑ دے
وصل جو چاہے تو رشتہ زندگی کا توڑ دے
یاس کے شیشے کو سنگِ آرزو سے پھوڑ دے
سورۂ لیسین پڑھ اور دُور کر وسواس کو
ظالموں پر کشف کر دیم یکون الناس کو

---

[1] آیت ہے انّ بطش ربّک لشدید [2] صحیح "قل یا ایها الکافرون"

دوسری کا نے اُٹھایا ہیبتِ اظلام کو
اب نہ سمجھوں یک سرِ مُو ہمتِ اظلام کو
چاہوں تو برباد کر دوں کثرتِ اظلام کو
اور لگا دوں انتہا پر دعوتِ اظلام کو
جائیں گے جب آتشِ دوزخ میں ظالم بے حیا
حق کہے گا ھٰذہِ النّار التی کنتم بہا

○

(س) مجھے کہتی ہے کہ تُو رحم دل سے اختیار
تا ہو تجھ اُوپر ہمیشہ رحمتِ پروردگار
ظلم کرتے ہیں اگرچہ تجھ پہ ظالم بے شمار
لیکن اپنے رحم سے تو درگزر مت زینہار
رحم تجھ پہ کیوں نہ ہو اے رامزِ رازِ یقیں
شان ہے نانا کی تیرے رحمۃٌ للعالمیں

○

بہ الف ہشتم سے عقدہ کھُل گیا اس بات پر
یعنی اُمّت کے لیے رن میں کٹا دے اپنا سر
خواہشِ اللہ میں سارا لٹا دے گھر کا گھر
سر کٹا کے باغ جنّت کی شتابی سیر کر
کیوں نہ ہو تم جیتے جی رہتے ہو نت فرمان میں
اِنّ الابرار لفی آیا تمہاری شان میں

'ج' کہتی ہے مجھے' دھو ہاتھ اپنی جان سے
جیتے جی سر چھیر مت' گھر کی طرف میدان سے
جی چھپاوے گر نہ تو اللہ کے فرمان سے
جنت الماوی میں جاوے تب بڑی تو شان سے

لے جزا بے انتہا سر دے خدا کی راہ میں
کئی جگہ آیا جزا ھم مصحف اللہ میں

عین کہتی ہے مجھے' کر غیب کا اب دھیان تو
عارف کامل اگر ہے تو نہ ہو انجان تو
غیریت کہتی نہیں ہے دیکھ لے ہر آن تو
احدیت کا اب ظہورا خوب کر عرفان تو

عار کرنا عرصۂ دشوار سے آفات ہے
عالم غیب و شہادت تیرے حق کی ذات ہے

تیسرے ہے واؤ کا ایما یہ مجھ کو بالیقیں
وارث اپنا جز خدا کی ذات کے دیگر نہیں
صبر نانا نے کیا پا کر مصیبت ہر کہیں
مل گئی ہم کو وراثت ہے مصیبت پر یہیں

صبر میں کیوں کر نہیں کرنے کا اس میدان میں
ہے ولاخوف علیھم صابروں کی شان میں

نون کا آخر اشارہ مجھ کو نادر ہو گیا
نام بِللّٰہ سر کٹانا جس کا ظاہر ہو گیا
نعمت فضل و کرم سے خوب ظاہر ہو گیا
حرف ان پچیس کا مذکور آخر ہو گیا

قربتِ بِللّٰہ کی چھوڑوں تو بس بیداد ہے
نحن اقرب قول ہم کو خوب تیرا یاد ہے

○

جب گیا وہ مصحف ناطق صف میدان پر
خنجر و تیغ و تبر سے کر دیے زیر و زبر
تیر سے نقطے لگائے ظالموں نے آن کر
آیت مطلق لکھی لو ہو سے آخر سر بسر

ظالموں کے ہاتھ سے ہر ورق اس کا پھٹ گیا
مومنو شیرازہ اس مصحف کا آخر کٹ گیا

○

کیا کہوں حسرت میں تجھ سے حادثہ شبیر کا
پھٹ گیا سارا کلیجہ چاک سینہ ہو گیا
ماتم شبیرؑ اب تا شیر کامل کر چکا
مانگتا ہوں اب جناب حق تعالیٰ سے دعا

شد مبن اثبات رنجش، آمدہ راحت نفی
یا خفی اللطف ادرکنی بلطفک الخفی

(کلیات حسرت دہلوی تصحیح نور الحسن ہاشمی طبع لکھنؤ ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۷۷ تا ۵۶۲)

رباعیات حسرت دہلوی

بادشاہِ اُمم ختم رسل نورِ خدا
کوئی تجھ سا نہیں سوا علیؑ خویش ترا
حسرت کی تو محشر میں شفاعت کیجے
از بہر علیؑ و حسنینؑ و زہرا

○

ہر شکل میں محمدؐ کا علیؑ ہے یکتا
ہے ایک ہی جسم گو نظر میں ہیں جدا
اِک مُو کا نہیں نبیؐ علیؑ میں کچھ فرق
دو ابرو ہیں ان کے درمیاں روئے خدا

○

ہے بعد نبی کون علیؑ سے اولےٰ
ناحق کا خلافت کے لیے ہے رولا
فرمایا خود نبی نے در خم غدیر
من کنت حدیث یا علیؑ مولا

○

دو جسم علیؑ نبیؐ سے یک جاں پیدا
دو چشم حسنؑ حسینؑ یک نور وضیا
حسرت یہ بظاہر اس لیے دو ہیں گے
آباد ہوں تا کہ دونوں دُنیا و عقبیٰ

○

سر سبز حسنؑ باغ میں دنیا کے ہوئے
گلرنگ حسینؑ یعنی شاہِ شہدا
طفلی ہی میں کر قبول زہر و خنجر
دن عید کے پہنی سبز اور سُرخ قبا

○

ہفتاد و دو تن حسینؑ کے تھے رفقا
سو جا کے ہوئے شہید گرد ان کو کٹا
حسرت دن حشر کے بشرط اپنی دلا
ہفتاد و دو فرقہ کو وہ لیں گے بخشا

(کلیات حسرت ص ۳۳۴)

میر حسن: میر حسن صاحب مثنوی سحر البیان مرثیہ گفتہ کہ مطلعتش ایں ست۔ مرثیہ

تم تو سر دینے رن میں سدھارے فاطمہؑ کے پیارے حسینا
آج آفت ہے گھر پر تمہارے فاطمہؑ کے پیارے حسینا

(دریائے لطافت طبع اوّل لکھنؤ، ص ۲۱۲)

حالات دیکھو آب حیات طبع دہم، شیخ مبارک علی لاہور، صفحہ ۲۵۳۔

خاندان میر حسنؒ

- میر امامی ہروی
  - میر عزیز اللہ
    - میر ضاحک
      - میر حسن، وفات ۱۷۸۶ء
        - خلق
        - خلیق ۱۸۰۴ء
          - انیس، وفات ۱۸۷۵ء
            - نفیس، م ۱۹۰۱ء
              - عروج
              - دختر
                - عارف ۱۹۱۶ء
                  - فائق، متوفی ۱۹۴۴ء
            - سلیس
              - جلیس
              - قدیم
            - رئیس
              - دختر
            - دختر
              - پیارے صاحب رشید ۱۹۱۸ء
          - مونس ۱۸۷۵ء
          - انس
            - وحید
        - محسن

حیدری، حیدر بخش دہلوی : مولود ۱۷۶۷ء کے لگ بھگ / متوفی ۱۸۲۳ء

سید حیدر بخش حیدری ولد سید ابوالحسن شاہ جہاں آبادی۔ آباؤ اجداد نجف سے ہندوستان آکر آباد ہوئے ہیں۔ بچپنے میں والد کے ساتھ بنارس آ گئے اور یہاں نواب علی ابراہیم خان حاکم بنارس کی تربیت اور قاضی عبدالرشید و مولوی غلام حسین صاحب قبلہ و کعبہ کی شاگردی اختیار کی۔ سید جمعیت علی رضوی کے دوست تھے اور ان سے مستفید ہوئے۔

بنارس سے کلکتے چلے گئے اور فورٹ ولیم کالج میں منشی مقرر ہوئے۔ ۱۸۱۴ء سے قبل بنارس واپس آئے اور غالباً ۱۸۲۳ء میں رحلت پائی۔

حیدری اُردو کے مستند ادیب ہیں اور کلاسیکی لٹریچر میں ان کی متعدد کتابیں اعلیٰ درجہ کی مالک ہیں۔ مثلاً توتا کہانی۔ آرائش محفل۔ گل مغفرت (مسودات مجالس)۔

حیدری کا دیوان ابھی فروری ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا ہے جس میں مراثی تو موجود نہیں ہیں لیکن 'گل مغفرت' کے پیش نظر انہوں نے مرثیے ضرور لکھے ہوں گے۔ اس کے کچھ نمونے 'گل مغفرت' میں موجود ہیں۔ نیز عبادت بریلوی صاحب کے مرتبہ دیوان کا یہ شعر قابل توجہ ہے:

آرزوئے حیدری اے شاہِ دیں اب ہے یہی
مرثیہ گویوں میں اس کا نام بھی مشہور ہو

تصانیف

۱۔ توتا کہانی : ۱۴ جنوری ۱۸۰۱ء کلکتہ میں طباعت شروع ہوئی۔ ۱۸۰۴ء میں اشاعت مکمل ہوئی۔

۲۔ آرائشِ محفل : طبع شدہ

۳۔ گل مغفرت : طبع مجلس ترقی ادب لاہور

۴۔ گلزار دانش

۵۔ تاریخ نادری

۶۔ ہفت پیکر

۷۔ قصۂ مہر و ماہ

۸۔ گلدستۂ حیدری

۹۔ قصہ لیلیٰ مجنوں

۱۰۔ گلشن دانش

۱۱۔ دیوان ــــ ترتیب ڈاکٹر عبادت بریلوی طبع اورینٹل کالج لاہور فروری ۱۹۶۷ء

ماخذ

۱۔ بینی نرائن جہان جہان قلمی برٹش میوزیم

۲۔ نساخ : سخن شعرا۔ مطبوعہ نول کشور ۱۴۳۳

۳۔ اسپرنگر : اودھ کٹالاگ

۴۔ گارساں دتاسی : ہسٹری ڈی لالٹریچر ہندوی اٹ ہندوستانی

۵۔ کریم الدین : طبقات شعر

۶۔ ذوالفقار علی مست : ریاض الوفاق

۷۔ عبادت بریلوی، مقدمہ دیوان حیدری

۸۔ وحید قریشی : مقدمہ توتا کہانی

۹۔ ڈاکٹر محمد اسلم قریشی : مقدمہ آرائش محفل۔

خطا : ملا محمد شوستری، واقعہ خوانی میں بے مثال تھے۔ خوش آواز، خوش ادا، خوش کلام۔ حضرت نواب آصف الدولہ بہادر مرحوم کے یہاں کی مجلسیں پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مراثی یا واقعات کا

مجموعہ متعدد بار چھپ چکا ہے۔ فارسی کے اُستاد تھے۔

ذرّہ: راجہ رام ناتھ پیش کار نظارت دربار دہلی۔ آغاز محرم سے تعزیہ داری کرتے تھے۔
(مجموعۂ نغز ص ۲۵۹)

ذکا: مرزا مخدوم بخش ذکا مرزا خانی کے شاگرد اور نوحہ خوانی کے موجد تھے۔
(معرکہ خوش زیبا شاعر ۱۶۱)

منشی علی رضا۔ رضا: فرزند حاجی اکبر علی سیتاپوری بن مولوی مفتی اکرام علی مترجم اخوان الصفا، متوفی ۱۲۵۲ھ۔ حاجی اکبر علی بھوپال میں جیلر تھے۔ اپنے شہر سیتاپور (موجودہ سٹی اسٹیشن کے پاس) ایک امام باڑہ اور کربلا بنوائی تھی جو اَب تک موجود ہے۔ ص ۱۸۸۔

منشی علی رضا حاجی اکبر علی کے سب سے بڑے بیٹے تھے، سیتاپور محلہ شیخ سرائے ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ جوانی میں راجہ کاظم حسین خاں تعلقہ دار بھٹواموٗ کے یہاں ملازم تھے۔ پھر امیر الدولہ، راجہ امیر حسن خاں آف محمود آباد نے بُلا لیا اور تحصیلدار بنا دیا۔

منشی علی رضا اُستاد تجمل حسین تجمل شاگرد محمد عباس سلیم (شاگرد آتش) کے تلمیذ تھے۔

دیوان غزلیات کے علاوہ کئی مرثیہ بھی یادگار چھوڑے۔ اگست ۱۹۱۶ء/ ۱۳۳۴ھ کو رحلت کی اور اپنے والد کی تعمیر کردہ کربلا میں دفن ہوئے۔ میر ظہور الحسن فروغ نے تاریخ کہی:

"چمن نظم ہو گیا برباد" ۱۳۳۴ھ

ماخذ

۱۔ نادم سیتاپوری: فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی طبع ۱۹۵۹ء (۲) خمخانۂ جاوید۔ ص ۴۹۹

۳۔ یادگار ضیغم ۔ طبع دکن ۱۳۰۳ھ

رفیع، مرزا محمد طاہر: ولادت ۱۲۸۴ھ وفات ۱۴ صفر ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۷ جنوری ۱۹۴۵ء۔

جناب مرزا محمد جعفر اوج مرحوم کے صاحبزادے اور دبیر کے پوتے تھے۔ میں نے بچپنے میں ان کی معرکۃ الآرا مجلس سنی ہے جو سوداگر کے امام باڑے میں ہوتی اور مرزا دبیر مرحوم کے عہد سے ہو رہی تھی۔ پہلے دل آرام کی بارہ دری میں لڑن صاحب فائز کو سنتے تھے، پھر رفیع صاحب کو سنتے تھے۔

بزرگ کہتے تھے کہ رفیع صاحب پر مرثیہ گوئی ختم ہوگئی۔ بوڑھے آدمی تھے۔ آواز پھٹی ہوئی، چند مخصوص حضرات کو متوجہ کرتے تھے اور وہی داد دینے کے اہل اور اوّل درجے کے سامعین میں ہوتے تھے۔

رجب ۱۳۶۴ھ میں ان کا مرثیہ عروسی جناب معصومہؑ پر بڑا زوردار مرثیہ تھا۔ اس کے ابتدائی مصرع تھے غالباً (چہرہ):

اے مری شمع زبان بزم کو روشن کر دے
جو لکھوں بیت اُسے نور کا مسکن کر دے
نظم میں صفحۂ قرطاس کو گلشن کر دے
جنّتی پھولوں سے تو پر مرا دامن کر دے

بیت کے پہلے مصرع پر وہ شور داد ہوا کہ لکھ نہ سکا۔
اسی مجلس کے سلام کا ایک شعر بہت کامیاب ہوا تھا:

نکل گئی رگِ جان صغیر کی حسرت
زبان تیر کی جب حلق نازنیں سے ملی

رنگیلہ: مہربان خان، چیلہ احمد خان بنگش۔ اشرف الدولہ افراسیاب خان چیلہ ذوالفقار الدولہ

کے داماد تھے۔ سوداؔ اور سوزؔ کی پرورش کرتے تھے۔ موسیقی سے دلچسپی تھی۔ فرخ آباد اور دہلی میں رہے۔

(مجموعۂ نغز ص ۲۷۶) اس کے مراثی کا نمونہ کلیات سوداؔ کے بعض مرثیے ہیں جو تحقیق سے رندؔ کی ملکیت ثابت ہو چکے ہیں۔

سکندر: سعد اللہ سکندرؔ، مرثیہ گوئے ہر زبان میں مرثیے کہے ہیں۔ چنانچہ ایک مرثیہ مارواڑی بولی میں کہا جس کے اوّل بند کا مصرع یہ ہے:

"کایئں کہی اب مہاکو شاباں گھنی گنگ چڑھ دوھائی چھے"

(دریائے لطافت، ترجمہ طبع انجمن ترقی اُردو، ص ۵۷) متن دریائے فصاحت طبع لکھنؤ، ص ۳۲)۔

سکندر: خلیفہ محمد علی پنجابی الاصل ہیں۔ نشو و نما دہلی میں پائی۔ مرثیہ گوئی میں مہارت تھی۔ اُن کے مرثیے ہندوستان کیا سارے جہاں میں مشہور تھے۔" حاکم خیر بنیاد حیدر آباد" کی طلب پر دکن چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی لاش کربلائے معلّٰے لے گئے تھے۔

میر شاکر ناجی کے شاگرد تھے اور مرثیہ میں محمد مسکین سے زیادہ مشہور ہوئے۔

(مجموعۂ نغز ص ۲۹۹) ترجمہ گلشن بے خار ۱۳۴۔

ان کا ایک مشہور مرثیہ ہے:

ہے روایت شتر اسوار کسی کا تھا رسُول
اِک جگہ شہر مدینہ میں ہوا اُس کا نزُول

یہ مرثیہ رضا لائبریری میں موجود ہے

سید: میر غالب علی خاں دربار شاہی دہلی کے میر منشی تھے۔ بادشاہ نے سید الشعرا کا خطاب دیا تھا۔ پہلے غریب تخلص تھا۔ پھر آشنا لکھتے رہے۔ ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ زندہ تھے۔

قدرت اللہ ان کے اخلاق و علم و ادب کا مداح ہے۔ اردو فارسی میں شعر بھی کہتے تھے اور "کتاب خوانی ایام تعزیت القیام محرم الحرام" میں یکتا اور بے مثال تھے۔

دو (۲) قطعے

ساقی ہے صبح دے مجھے ساغر شراب کا — جلوہ تو بارے دیکھوں میں اس آفتاب کا
یارب نصیب کیجیو سید کی خاک کو — گھر آستانۂ نجف بوتراب کا

(۲)

انشا کے گل گلزار کی دی ایزد نے — للہ الحمد کہ ہے مدح سرائی مجھ کو
بلبل گلشن تطہیر ہوں میں اے سید — اس حدیقے میں سمجھتے ہیں ثنائی مجھ کو

(مجموعہ نغز ص ۳۲۸ بعد)

شاہد: سید شاہد حسین۔ شکارپور ضلع بلند شہر اصل وطن تھا جہاں ۳۱ دسمبر ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ پہلے سید ناصر علی خورجوی سے اصلاح لی۔ لکھنؤ گئے تو جناب محشر لکھنوی سے تلمذ حاصل کیا۔ جگر سے غزلوں کی اصلاح لی۔

۱۹۶۲-۶۱ء میں مرثیہ لکھا۔ کراچی میں قیام ہے۔

(۱۹۶۲ء کے چند جدید مرثیے)

شرف: شرف الدین، قدم شریف دہلی کے پاس رہتے تھے۔ کرم ڈوڑ کی روانگی ان سے

متعلق تھی۔ زیادہ تر مناقب و مراثی کہتے تھے۔

اب دن پھرے ہمارے یہ ہم پہ عیاں ہوا
وہ مہ جبیں جو جرأت کو پھر مہرباں ہوا

گلشن بے خار، ریاض الفردوس۔

شاہی : شاہ قلی نام حیدر آباد وطن، تانا شاہ کا درباری تھے۔ مرثیہ گوئی میں اُستاد۔ اُن کے مرثیے تمام ہندوستان میں پڑھے جاتے تھے۔ لیکن جب یہاں کے اچھے شاعروں نے شہرت پائی تو پُرانے مرثیے ترک کر دئے گئے۔

(قائم مخزن نکات ص ۱۵)

شائق : محمد ہاشم، (۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ نوجوان پاکیزہ اندام تھے) خیاطی پیشہ تھا۔ مرثیہ خوانی میں ماہر تھے۔ میر عزت اللہ عشق سے تلمذ تھا۔ (مجموعۂ نغز ص ۳۳۹)

شرف : شیخ شرف الدین حسن (دہلوی غالباً) بقول قدرت اللہ قاسم، جوان، خلیق، محبت منش، نیک خو، گو نہ از علم بہرہ ور، و قدرے از چاشنی سخن باخبر، نقش قدم کے قریب رہتے تھے۔ اکثر سلام و مرثیہ کہتے تھے۔ 'گنز' کی داروغگی منصب تھا۔

(مجموعہ نغز ۳۴۱)

ضمیر : مولود ۱۱۹۰ھ تقریباً / وفات ۱۲۷۲ھ

میر مظفر حسین ضمیر تخلص خلف قادر حسین خاں سر آمد صلحائے عالی مقدار جوان مستغنی و ذو فنون است۔ عمرش سی سالہ خواہد بود۔ ہمراہ شیخ محمد بخش کہ واجد تخلص دارد و شیرینی تقسیم

کردہ بود و بحلقۂ شاگردی فقیر در آمدہ بود۔ ارادہ آں داشت کہ ہر گاہ نظم کردن شعر را۔ بیا موزم۔ مرثیہ و سلام جناب سید الشہدا علیہ السلام گفتہ باشم۔ آخر چوں بغایت رسید نامی در مرثیہ گوئی برآورد۔

چار غزلوں کا انتخاب ہے۔ ریاض الفصحا، ص ۱۸۰۔

مظفر حسین، ضمیر تخلص، بنگھیڑ ضلع گوڑ گانوہ کے رہنے والے تھے۔ اُن کے والد میر قادر حسین یا بروایت دیگر قادر علی، نواب آصف الدولہ کے خواجہ سرا میاں الماس کے ملازم تھے۔ نواب آصف الدولہ نے جب فیض آباد کی سکونت ترک کر کے لکھنؤ کو دارالامارہ قرار دیا تو یہ بھی مع اپنے صاحبزادے کے لکھنؤ چلے آئے۔ خاندان میں شاعری کا پتہ نہیں چلتا، لیکن اُن کی شہرت کچھ جوہر ذاتی اور اُن کے شاگرد دبیر کی شہرت سے بہت بڑھ گئی۔ اُن کے متعلق کلام پر رائے دینے سے پہلے مراثی کا جائزہ لینا چاہیئے۔

تعریفِ تلوار

وہ برق کوندتی پھرتی جدھر آئی ۔۔۔ غرض کہ قدرت حق تھی کہ جو نظر آئی
وہ سر سے تا بہ سر پشت پا اُتر آئی ۔۔۔ یہ بات تب تو ہر اک کی زبان پہ آئی

فقط علیؑ کی نہ شمشیر کا اثر ہے یہ
جناب فاطمہؑ کے شیر کا اثر ہے یہ

اگر سواروں کی ترچھی کمر تلک پہنچی ۔۔۔ ادھر پیارے سے جو تھے اُنکے سر تلک پہنچی
ادھر سے پھر کہ ادھر سے اُدھر تلک پہنچی ۔۔۔ ہوئی بلند تو مدِ نظر تلک پہنچی

عجب نشیب و فراز اپنا وہ دکھاتی ہے
زمیں میں قبضہ تلک ڈوب ڈوب جاتی ہے

ابو اللیث صدیقی — لکھنؤ کا دبستان شاعری طبع دوم لاہور، ص ۶۷۳ بعد

ظہور: منشی ظہور محمد خلف شیخ محمد اسماعیل عرف منشی نہال بلگرام کے رہنے والے سنہ ۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۶ھ میں تیس سال کے لگ بھگ تھے۔ مولوی کرم محمد کو کلام دکھاتے تھے۔ پھر سنہ ۱۲۳۳ھ میں مصحفی کے شاگرد ہو گئے۔ مرثیہ و سلام کہتے تھے۔ (ریاض ۱۹۲)

عاصمی[1]: (متوفی ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء غالباً)

خواجہ برہان الدین عاصمی خواجہ احرار کی اولاد سے تھے۔ شہر نو بہادر پورہ (دلی) میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ بڑے فاضل، دانشمند و بذلہ سنج تھے، تاریخ میں مہارت اور جوہر شناسی و شمشیر شناسی کے ماہر تھے۔ معزز زندگی گزاری۔ اکثر مرثیہ کہتے تھے۔ کبھی کبھی دوستوں کے اصرار سے غزل بھی کہی ہے۔ (ریاض)

فصیح: مولود ۱۱۹۶ھ۔ میرزا جعفر علی فصیح، دہلی وطن تھا۔ خود فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں دہلی گئے۔ پھر لکھنؤ آ گئے۔ حضرت عقیل کی اولاد سے تھے۔ والدہ سیدانی تھیں۔ ایرانی ہونے کی وجہ سے مرزا مشہور ہوئے۔

علم دین جناب غفراں مآب و جناب سلطان العلماء سے حاصل کیا۔ شعر و ادب میں ناسخ کے شاگرد ہوئے۔

ایک مرتبہ زیارت کر چکے تھے۔ دوبارہ (۲۱ تا ۱۱۳۶ھ) پھر تشریف لے گئے۔

(ریاض ۲۵۳)۔

کریم: مولوی کرم محمد کرم با اخلاق، فاضل، عالم، متبحر و زاہد آدمی تھے۔ سلام و مرثیہ کہتے تھے۔ ۱۲۳۰ھ میں لکھنؤ سے کالپی چلے گئے۔ (ریاض الفصحا ذیل، ظہور ص ۱۹۳)

---

[1] مخزن نکات ۶۵ حواشی ۲۱۹ نکات الشعراء ۱۱۸ گردیزی ۱۰۵ مجموعۂ نغز ج ۲ ص ۳۷۷۔

مخلوق : سید احسان حسن خلف میر حسن مرحوم شائستہ و با استعداد۔ بڑے بھائی کو اشعار دکھاتے تھے۔ مرثیہ و سلام لکھتے رہے۔ (۱۲۱۰ تا ۱۲۳۶ھ میں) تیس کے لگ بھگ تھے۔ فیض آباد سے لکھنؤ آنا جانا رکھتے تھے۔ شعر و شاعری کے علاوہ قصہ گوئی میں بھی مشہور تھے۔ (ریاض ۳۰۷)

مذنب : میرزا محمد حسن عرف چھوٹے مرزا خلف میرزا حسن با استعداد و فاضل آدمی تھے۔ مصحفی کے تخمینے سے (۱۲۱۰ تا ۱۲۳۶ھ میں) بتیس سال عمر تھی۔ روایت خوانی (ذاکری) کرتے تھے۔ (ریاض ۲۸۰)

منظور : سید منظور مہدی، خلف سید اولاد حسین سجاد، رائے پور سی پی وطن تھا۔ اب کراچی میں رہتے ہیں۔ خاندانی مرثیہ گو ہیں۔ آپ نے پہلا مرثیہ ۱۳۶۱ھ میں لکھا۔ بیس مرثیے لکھ چکے ہیں۔ شاہ راہ بلاغت طبع ۱۹۴۶ء میں تمام صنائع بدائع استعمال کیے ہیں۔ نسیم سے اصلاح لی۔

(۱۹۶۲ء کے چند جدید مرثیے)

نادرت : میر قدرت اللہ قاسم کہتے ہیں کہ مرزا مغل نام تھا، پرانے زمانے کے شاعر ہیں۔ مرثیہ و سلام بھی کہتے تھے۔ اور اس میں امامی تخلص لکھتے تھے۔

(مجموعۂ نغز ۲۶۹ جلد دوم)

ندیم : مرزا علی قلی، دہلوی گزر کے منصب دار، اور خانی کے خطاب سے سرفراز تھے۔ مشکل ردیف و قوافی میں مراثی لکھتے تھے اور بڑی شہرت پائی تھی۔ قائم کے تذکرے کی

تالیف کے دوران (یعنی ۱۱۶۸ھ بعد) وہ زندہ تھے۔ علی ابراہیم کہتے ہیں کہ بنگال میں میر جعفر کے یہاں چلے گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ قاسم کہتے ہیں کہ دہلی میں وفات پائی۔

(۱۲۲۱ھ بعد)

ندیم : بدایونی ــــ بدایوں وطن تھا۔ اب لاہور محلہ کرشن نگر میں رہتے ہیں۔ خوش کلام، خوش خوان ہیں۔ جناب دولھا صاحب عروج کا شاگرد بتاتے ہیں۔ لاہور میں مرثیہ کہنے اور پڑھنے میں مشہور ہیں۔ ساٹھ سے اوپر کی عمر ہے۔

مرتضیٰ عفی عنہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۷ء

نسیم امروہوی : سید قائم رضا خلف جناب شمیم مرحوم

۲۷ رجب ۱۳۲۸ھ امروہہ میں پیدا ہوئے۔ مرثیہ میں انتہائی مشق ہے۔ دبیر کے اسلوب میں جدید رنگ کے موجد ہیں۔ کراچی ناظم آباد میں رہتے ہیں۔

مرقع غم طبع ۱۹۳۵ء

مراثی نسیم جلد اول طبع ۱۹۶۰ء

دو مجموعے چھپ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد تالیفات شائع ہو چکی ہیں۔

(۱۹۶۲ء کے چند مرثیے)

نظم : منشی علی محمد۔ حاجی اکبر علی کے چھوٹے بیٹے، خوش گو شاعر، باکمال انشا پرداز، عالم فاضل آدمی تھے۔ ریاست محمود آباد میں ملازم ہو گئے۔ بہت قناعت پسند تھے۔ گھر بیٹھے رہے۔ سیتاپور میں بہت بڑی لائبریری کے مالک تھے۔ مطالعہ اچھا اور حافظہ بہت اچھا تھا۔ ہزار ہا شعر یاد تھے۔ سیتاپور کی ادبی مرکزیت انہیں سے

وابستہ تھی۔

غیر مطبوعہ تصانیف میں نثر کے علاوہ کئی مرثیے، متعدد مثنویاں اور تقریباً پانچ ہزار رباعیوں کا ذخیرہ موجود ہے۔

ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ / ۲۷ جون ۱۹۲۹ء کو سیتاپور میں رحلت کی اور حاجی اکبر علی کی کربلا میں دفن ہوئے۔

(فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی ص ۱۹۱ ناذم سیتاپوری۔ طبع ۱۹۵۹ء لکھنؤ)

نور[۱]: میر وزیر نور۔ میر بادشاہ لکھنوی کپتان فیروز پور کے بیٹے تھے۔ فتح پور میں سررشتہ دار تھے۔ واجد علی شاہ کے زمانے میں امین ہوئے۔ اُن کے والد اس زمانے کے مشہور مرثیہ گو تھے۔

نور کو ابتدا ہی سے شعر و سخن کا ذوق تھا۔ ناسخ نے نور تخلص دیا اور برق کے حوالے کیا۔ دیوان ضیائے نور ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں چھپا۔

نیاز: میر امجد علی دہلوی۔ حیدر آباد دکن چلے گئے تھے۔ اکثر سلام و مرثیہ کہتے تھے۔ مجموعہ نغز کی تالیف کے وقت زندہ تھے۔ (کتاب مذکورہ جلد دوم ص ۲۸۰)

واجد: شیخ محمد بخش خلف شاہ محمد۔ امیٹھی وطن تھا، خود ۱۲۰۰ھ بعد لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ معنی بندی و نازک خیالی کو پسند کرتے تھے۔ مصحفی سے تلمذ تھا۔ تحت اللفظ پڑھتے تھے۔ (ریاض ۳۵۸)

---

[۱] سخن شعرا میں میر وزیر علی نام ہے۔ جواہر سخن ج ۴ ص ۸۹۔

تالیف کے دوران (یعنی ۱۱۶۸ھ بعد) وہ زندہ تھے۔ علی ابراہیم کہتے ہیں کہ بنگال میں میر جعفر کے یہاں چلے گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ قاسم کہتے ہیں کہ دہلی میں وفات پائی۔

(۱۲۲۱ھ بعد)

ندیم : بدایونی —— بدایوں وطن تھا۔ اب لاہور محلہ کرشن نگر میں رہتے ہیں۔ خوش کلام، خوش خوان ہیں۔ جناب دولھا صاحب عروج کا شاگرد بتاتے ہیں۔ لاہور میں مرثیہ کہنے اور پڑھنے میں مشہور ہیں۔ ساٹھ سے اوپر کی عمر ہے۔

مرتضیٰ عفی عنہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۷ء

نسیم امروہوی : سید قائم رضا خلف جناب شمیم مرحوم

۲۷ رجب ۱۳۲۸ھ امروہہ میں پیدا ہوئے۔ مرثیہ میں انتہائی مشق ہے۔ دبیر کے اسلوب میں جدید رنگ کے موجد ہیں۔ کراچی و خیرپور میں رہتے ہیں۔

مرقع غم طبع ۱۹۳۵ء

مراثی نسیم جلد اول طبع ۱۹۶۰ء

دو مجموعے چھپ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد تالیفات شائع ہو چکی ہیں۔

(۱۹۶۲ء کے چند مرثیے)

نظم : منشی علی محمد۔ حاجی اکبر علی کے چھوٹے بیٹے، خوش گو شاعر، باکمال انشاپرداز، عالم فاضل آدمی تھے۔ ریاست محمود آباد میں ملازم ہو گئے۔ بہت قناعت پسند تھے۔ گھر بیٹھ رہے۔ سیتاپور میں بہت بڑی لائبریری کے مالک تھے مطالعہ اچھا اور حافظہ بہت اچھا تھا۔ ہزارہا شعر یاد تھے۔ سیتاپور کی ادبی مرکزیت انہیں سے

وابستہ تھی۔

غیر مطبوعہ تصانیف میں نثر کے علاوہ کئی مرثیے، متعدد مثنویاں اور تقریباً پانچ ہزار رباعیوں کا ذخیرہ موجود ہے۔

ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ / ۲۷ جون ۱۹۲۹ء کو سیتاپور میں رحلت کی اور حاجی اکبر علی کی کربلا میں دفن ہوئے۔

(فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی ص ۱۹۱ ناذم سیتاپوری۔ طبع ۱۹۵۹ء لکھنؤ)

نور[۱] : میر وزیر نور۔ میر بادشاہ لکھنوی کپتان فیروز پور کے بیٹے تھے۔ فتح پور میں سررشتہ دار تھے۔ واجد علی شاہ کے زمانے میں امین ہوئے۔ اُن کے والد اس زمانے کے مشہور مرثیہ گو تھے۔

نور کو ابتدا ہی سے شعر و سخن کا ذوق تھا۔ ناسخ نے نور تخلّص دیا اور برق کے حوالے کیا۔ دیوان ضیائے نور ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں چھپا۔

نیاز : میر امجد علی دہلوی۔ حیدر آباد دکن چلے گئے تھے۔ اکثر سلام و مرثیہ کہتے تھے۔ مجموعۂ نغز کی تالیف کے وقت زندہ تھے۔ (کتاب مذکور جلد دوم ص ۲۸۷)

واجد : شیخ محمد بخش خلف شاہ محمد۔ امیٹھی وطن تھا، خود ۱۲۰۰ھ بعد لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ معنی بندی و نازک خیالی کو پسند کرتے تھے۔ مصحفی سے تلمذ تھا۔ تحت اللفظ پڑھتے تھے۔ (ریاض ص ۳۵۸)

---

[۱] سخن شعرا میں میر وزیر علی نام ہے۔ جواہر سخن ج ۴ ص ۸۹۔

یاور : سید یاور عباس ایم بی بی ایس، خلف ڈاکٹر سید ناصر عباس صاحب ۱۹۶۲ء میں ۴۵ سال عمر تھی۔ شاعری کی ابتدا ۱۹۳۳ء میں ہوئی۔ ۱۹۳۵ء لاہور میں اٹھارہ بند لکھے۔ ۱۹۵۰ء میں مختصر سا مرثیہ لکھا۔ پھر مرثیہ میں مشق پیدا کی اور کراچی میں مرثیہ کی بڑی بڑی مجلسیں قائم کیں۔

(۱۹۶۲ء کے چند جدید مرثیے)

یک رنگ[1] : مصطفےٰ خاں۔ متوفی قبل ۱۱۶۵ھ

آرزو کے شاگرد تھے، خان جہان لودھی کے نبیرے بادشاہ کے یہاں نوکری تھی۔ مختصر سا دیوان تھا۔

میر تقی میر نے مرثیہ کے یہ شعر محفوظ کیے ہیں :

زخمی برنگِ گل ہیں شہیدانِ کربلا — گلزار کے نمط ہے بیابانِ کربلا

کھانے چلا ہے زخمِ ستم ظالموں کے ہاتھ — دھو ہاتھ زندگی سے تئیں مہمانِ کربلا

اندھیر ہے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ہاتھ — ہے سر بریدہ شمعِ شبستانِ کربلا

---

[1] نکات الشعراء ص ۱۸۔ مخزن نکات ۴۲ حواشی مخزن نکات ۲۲۸ طبع اول مجلس لاہور مجموعۂ نغز ص ۳۶۷ جلد دوم